

منکر حدیث کون ہے؟

الله ساغر گیر و نگست و برانتام فتن

گورنگ کیا کرتا تھا کہ جسٹی بات کو بار بار دہراتے چلے جاؤ۔ سوتھہ دہرا د تو وہ سچ بن کر دکھانی دینے لگے گی۔ گورنگ کو تو معلوم نہیں کہ اس باب میں کس قدر کا پایا ہوئی یکن آج کل اُس کے اس حرب کا استعمال بلا لائنس ہو رہا ہے اور اس کا ہفت ... طلوع اسلام ہے۔ طلوع اسلام کا مسلک اس اسلام کو نیا یا کر کے پیش کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام نور انسانی کی بہادیت کے لئے بوساطت نبی اکرم صلیم دینا کو دیا۔ یکن چونکہ اس اسلام کے باہر ہونے سے اس اسلام کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو عمیم مکالوں میں وضع ہوا اور ملیٹ کے سارے آگے بڑھا اور آج جس کے محافظہ ہمارے مولیٰ صاحبان ہیں۔ اس لئے ملائے طلوع اسلام کی مخالفت کو اپنے لئے چھار عظیم تصور کر دکھا ہے۔ ہمارا ملا طلوع اسلام میں پیش کردہ دعوت کا جواب دلائل و براہین سے تو دے نہیں سکتا اس لئے کہ وہ دعوت قرآن کی دعوت ہے اور ملا بیچارہ قرآنی نور سے محروم ہوتا ہے) اس لئے ملائے اس کے خلاف گورنگ کا حریم استعمال کرنا شرعاً کر رکھا ہے۔ اس نے پیشوور کر دیا کہ طلوع اسلام منکر حدیث ہے اور منکر حدیث وہ ہوتے ہیں جنہیں نہ خدا سے کوئی واسطہ برداشت نہ کروں سے۔ وہ ایک نیا ذہب ایجاد کرنا چاہتے ہیں جس میں (معاذ اسہ) نہ رسالت کا احترام باقی رہتا ہے نہ صحابہ کی تنظیم، نہ اسلاف کی عزت کا خیال رکھا جاتا ہے نہ بزرگوں کی تکریم کا۔ یہ سب مخدود رہے دین ہوتے ہیں جن سے مسلمانوں کو اس طرح بچا چلے جیسے ابھے کپڑے پہننے والا گیلے پینٹ (Wet Paint) سے بچا ہے کہ انہوں اس کے قریب گیا اور کپڑے ہمیشہ کے لئے خراب ہو گئے اس بہتان طرزی اور گورنگ بازی میں جاعت اسلامی سب سے پیش ہے اس لئے کہ طلوع اسلام کی سب سے بڑی زدہ انہی کے مفہوم پر پڑتی ہے۔ آئیے ذرا آج کی صحبت میں پوچھیں کہ جو (انوکھا اسلام) طلوع اسلام کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے اس کا مجرم اکیلا طلوع اسلام ہی ہے یا اس جرم میں اونہ بھی شریک ہیں اور جزو میں لوگ اس جرم میں شریک ہیں ان میں اور طلوع اسلام میں فرق کیا ہے چونکہ یہ سوال بڑا ہم ہے اور مسئلہ ہے بڑا نازک اس لئے ہم گذارش کریں گے کہ آئندہ صفات میں جو کچھ آپ کے سامنے آئے اس کے ایک ایک لفظ کو غور سے دیکھئے اور ہر قسم کی جانبداری کو چھوڑ کر از خود فیصلہ کیجئے کہ حقیقت حال کیا ہے؟

طلوع اسلام کا مسلک طلوع اسلام جن مسلک کو ایک عصہ سے پیش کر رہا ہے وہ مفتر الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

لہذا صیح اسلامی نظام یہ ہے کہ ہم (ہم سے مراد ہے ہر دفعہ کے مسلمانوں کی مہیت اجتماعی) قرآن کریم کو پہنچنے نظام کا محور قرار دیں

اوہ اس کے اصولوں کی روشنی میں اپنے دوسرے تقاضوں کے مطابق خود جزیات متعین کریں، ان جزیات کے تعین میں ہم ان کو شمول کو بھی سلسلے رکھیں گے جو اس سے پہلے اسی نوع وال سلوب پر سوتی رہی میں۔ ان میں جو جزیں ایسی ہوں گی جن میں کسی تغیری ضرورت نہیں اپنی علیٰ حالت رہنے دیا جائے گا۔ دوسری میں مناسب تبدیلیاں کریں جائیں گی اور کے نئے فیصلے کئے جائیں گے اور اس ساری کوشش کی عمل و بنیاد یہ ہرگی کہ کوئی شے قرآن کریم کے اصول سے نہ ہے۔ یہ اسلامی نظام کی صیحہ روح یہی رسول امیر نے کیا تھا اسی کے مطابق اس خلافت کے دور میں عمل رپا جو علیٰ مہیاج النبوت قائم تھی اور اسی کے مطابق پر یہ اسلامی نظام قائم ہو گتا ہے۔ (قرآنی دستور پاکستان ۲۱)

اس اصول سے جو جزیات متفرع ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) دین (یعنی اسلامی نظام) کا اصل الاصل قرآن ہے۔ قرآن کے معانی واضح، اس کی عبارت صاف اور سمجھی ہوئی اور اسکی تعلیم کھلی کھلی اور نکھری ہوئی ہے۔

(۲) قرآن نے بالعموم دین کے اصول دیتے ہیں، ان اصولوں کی جزیات اسلامی نظام حکومت اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق خود متعین کریں گا۔

(۳) سب سے پہلے ان جزیات کو بنی اکرم صلم نے متعین فرمایا جحضور کے بعد دو خلافت علیٰ مہیاج النبوت میں ان جزیات میں جن کے متعلق ضرورت سمجھی گئی مناسب روایتیں ہوتی رہیں۔ اور جن میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہ سمجھی گئی اپنی علیٰ حالت رہنے دیا گیا۔

(۴) جو نئے امور پیش آئے ان کے لئے نئی جزیات متعین کی گئیں۔

(۵) آج جو اسلامی ملکت علیٰ مہیاج النبوت قائم ہوگی اسے بھی یہی کچھ کرنا ہو گا۔

اب پر دیکھیئے کہ ان امور میں طلوع اسلام منفرد ہے یا ان لوگوں کا بھی بعضی یہی ملک ہے جو اپنے آپ کو متعین سنت کی حیثیت کر پیش کرتے ہیں اور طلوع اسلام کو منکر حدیث قرار دیتے ہیں۔

قرآن کی حیثیت | جیسا کہ اور کہا جا چکا ہے طلوع اسلام کا ملک یہ ہے کہ دین کے امر سب کے سب قرآن کریم میں موجود ہیں۔ سید البر الاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی تفہیمات حصادر مفتاح پر لکھتے ہیں:-

باقی رہے اصول دین تو وہ سب کے سب کتاب اشیاء موجود ہیں جو روایات سے بالاتر اور تمام مسلمانوں میں مشترک ہیں۔

مودودی صاحب رسائل وسائل مفتاح پر لکھتے ہیں:-

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جن چیزوں پر کفر و اسلام کا مدار ہے اور جن امور پر انسان کی بخات مردی ہے اپنی بیان کرنے کا اندیختا نے خونہ میا ہو دے سب قرآن میں بیان کی گئی ہیں اور قرآن ہیں بھی ان کو کچھ اشارہ و کہا یہ بیان نہیں کیا گی بلکہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ ان کو کھوں دیا گیلے ہے۔ اشر تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ان علیہما اللہ وَهُدی۔

دین کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ یہ بتائے کہ کون کو نسی چیزیں حلال ہیں اور کون کو نسی جائز ہیں اور کون کو نہیں کو نہیں جائز ہے۔ ایک نظامِ ملکت کے اندر اسی چیز کا نام قانون قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی قانون یہ بتاتا ہے کہ فلاں کام کرنا جائز ہے اور فلاں ناجائز۔ سوال یہ ہے کہ انسانوں کے لئے اس قسم کی پابندیاں عائد کرنے کا حق کے حامل ہے۔ مودودی صاحب اپنی تفسیر تفسیر القرآن م ۵۹۸ پر لکھتے ہیں:-

حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرنا اور انسانی زندگی کے لئے قانون اور شرع تجویز کرنا یہ سب خداوندی کے مخصوص اختیارات ہیں جن میں سے کسی کو غیر اشرک کے لئے تسیلم کرنا شرک ہے۔

اسی حقیقت کی تشریح کرتے ہوئے وہ تفہیمات حصہ روم م ۳۸۹ پر لکھتے ہیں:-

اسی حمل کی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو ابو داؤد نے سلطان فارسی سے بڑی الفاظ نقل کی ہے کہ رسول اشرف نے فرمایا الحلال ما احل الله في كتابه وأحرم ما حرم الله في كتابه وعاسكٰت عنه فهو مما عفا عنه۔ حلال وہ ہے جسے اشرفت اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اشرفت اپنی کتاب میں حرام قرار دیا۔ رہی وہ چیزیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا تو وہ معاف ہیں۔

طیور اسلام کا کہنا یہ ہے کہ جن احکام کو قرآن کریم نے صرف اصولاً بیان کیا ہے اور ان کی جزئیات کا تعین نہیں کیا انھیں اللہ تعالیٰ نے دانتہ اسی طرح چھوڑ دیا ہے اگر مٹاۓ خداوندی یہ ہوتا کہ ان کی جزئیات بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر تبدل رہیں تو قرآن کریم میں ان جزئیات کو بھی خود ہی متعین کر دیا جاتا۔ اس باب میں مودودی صاحب اپنی تفسیر تفسیر القرآن کے م ۵۸۰ پر لکھتے ہیں:-

ایک دوسری حدیث میں ہے ان اللہ فرض فرائض فلا تضيّعواها و حرم حرميات فلا تنتهيوكها و حدد حدودا فلا تعتدوها و سكت عن اشياء من غير نسيان فلا تجتوشع عنها۔ اشد تعالیٰ نے کچھ فرائض تم پر عائد کئے ہیں انھیں صدائے نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے پاس نہ پہنچو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق فاموشی افتخار کی ہے بغیر اس کے کام سے بھول لاحق ہوئی ہے لہذا ان کی کھوج نہ لگاؤ۔

ان دونوں حدیوں میں ایک اہم حقیقت پر تباہ کیا گیا ہے۔ جن امور کو شارع نے بھلاکیاں کیا ہے اور ان کی تفصیل نہیں بتائی یا جو احکام برسیل اجال رہتے ہیں اور مقداریا تعدادیا دوسرے تعینات کا ذکر نہیں کیا ہے ان میں اجال اور عدم تفصیل کی وجہ نہیں ہے کہ شارع سے بھول ہو گئی تفصیلات بتائی چاہئے تھیں مگر بتائیں بلکہ اس کی حمل وجہ یہ ہے کہ شارع ان امور کی تفصیلات کو محدود نہیں کرنا چاہتا اور احکام میں لوگوں کے لئے وسعت رکھنا چاہتا ہے۔ اب جو شخص خواہ سوال پر سوال نکال کر تفصیلات اور تعینات اور تقيیدات بڑھانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر شارع کے کلام سے یہ چیزیں کسی طرح نہیں پہلتیں تو قیاس سے استنباط سے کسی نہ کسی طرح عمل کو مغلظ، مطلق کو مقدر، غیر معین کو معین بن کر ہی چھوڑتا ہے۔ وہ درحقیقت مسلمانوں کو پڑے خطرے میں ڈالتا ہے۔ (مودودی نے ایسا ہی کیا) جن کے نقشی قدم پر چلنے میں قرآن اور محمد صلیم کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں

کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اپنے مطالب کو خود یہ واضح طور پر بیان کر دیا ہے یا یہ اپنے مفہوم کی وضاحت کے لئے فارجی ذرائع کا محتاج ہے۔ اس باب میں مردوں کی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

آپ کی تشریف کے لئے اتنا کہدنا کافی ہے کہ قرآن مجید اپنے مدعاعوں بغیر کسی ابہام کے ماف صاف بیان کرتا ہے اور اس نے کسی ایسی حقیقت کو جس کا جانا آدمی کی ہدایت کیلئے ضروری تھا واضح کئے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔

(ترجمان القرآن بابت اپریل دسمبر ۱۹۵۲ء م ۲۱)

اسی ضمن میں مردوں کی صاحب کے رفین اور جماعت اسلامی کے بہت بڑے کرن امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں :-

قرآن کے اندر اسرائیل کت کا لاریب ایک خزانہ ہے لیکن اس خزانہ کی کلید خود قرآن ہی کے الفاظ اور شادات ہیں قرآن سے باہر ان کی کلید نہیں ہے۔ قرآن کے علوم کا ایک حصہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے ایک حصہ اس کے اشارات سے کھٹا ہو ایک بہت بڑا حصہ کے سیاق و بیان سے بے نقاب ہوتا ہے اور پھر سب سے بڑا خزانہ اس کے نظام کی معرفت کو سانے آتا ہو جو لوگ قرآن پر تدبیر کرتے ہیں وہ بقدر و استعداد اس سے فیض پاتے ہیں اور وہ اپنی ہربات پر قرآن ہی کے الفاظ اور اشارات اور سیاق و نظام سے دلیل لاتے ہیں۔ (ترجمان القرآن بابت فروری ۱۹۵۳ء م ۲۲)

قرآن کو سمجھنے کیلئے حدیث کی ضرورت نہیں | یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم کے سمجھنے کیلئے حدیث کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟ مردوں کی صاحب اس باب میں تحریر فرماتے ہیں۔

قرآن موصفت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تغیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ (تفیعات مکلا)

وہ اسی ضمن میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

قرآن کیلئے کسی تغیر کی حاجت نہیں کہ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفسور کافی ہے جس نے قرآن کا بنظرِ غالباً اتر مطالعہ کیا ہوا در جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور تصحیحانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ (تفیعات م ۱۹۵۳)

تصویحات بالا سے یہ حقیقت آپ کے سامنے آگئی ہے کہ مردوں کی صاحب کے تردید (۱) دین کے تمام اصول قرآن کریم کے اندر موجود ہیں۔

(۲)، انسانوں کیلئے جائز و ناجائز کے قانون دینے کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے یہ سمجھنا کہ کسی اور کوئی ایسا اختیار حاصل ہر شرک ہے۔

(۳)، جن اصولوں کی جزئیات قرآن نے خود تعین نہیں کیں ایسا ہوئیں ہو بلکہ ائمۃ تعالیٰ نے انھیں اسی طرح دانتہ چھوڑا ہے۔ اب یہ کوشش کیاں نامتعین جزئیات کو کسی نہ کسی طرح تعین نہ کر قیامت تک کیلئے غیر مبدل قرار دیا جائے یہودیوں کی پیری ہے جس سے خدا اور اس کے رسول دونوں نے منع کیا ہے۔

(۲۲) قرآن کی تعلیم بالکل واضح اور صاف ہے۔ وہ اپنے مفہوم کے تعین کے لئے کسی خارجی مرد کا محتاج نہیں نہ تفاسیر کا اور نہ احادیث کے ذخیروں کا۔

طیورِ اسلام نے آج تک جو کچھ قرآن کریم کے متعلق لکھا ہے اسے سامنے رکھئے اور جو کچھ مودودی صاحب نے کہا ہے اسے ایک مرتبہ پھر پڑھ دیا لئے اور اس کے بعد سوچئے کہ طیورِ اسلام کے مسلک اور مودودی صاحب کے مسلک میں ذرا بھی فرق ہے؟

دین کی جزیات | اب آگے بڑھئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنی اصولوں کی جو جزیات رسول اللہ صلم نے معین فرمائیں، کیا وہ قیامت تک کے لئے غیر تبدل رہیں گی یا ان میں بھی تغیر و تبدل ہو سکتا ہے؟ طیورِ اسلام کا مسلک یہ ہے کہ بنی اکرم صلم نے یہ جزیات اپنے زبانے کے تقاضوں کے پیش نظر معین فرمائی تھیں اگر بعد کے زمانے کے تقاضے ان میں کسی تبدیلی کے مقاضی ہوں تو قرآنی نظام حکومت جو عملی مہاج نبوت قائم ہو وہ اس ضروری تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔ یہ بڑا ہم بادل ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو جو قدرِ ملکہ آزادی پیدا کی جا رہی ہے وہ عبشتہ طیورِ اسلام کے اسی مسلک کی بنابری ہے اب دیکھئے کہ مودودی صاحب جن کی جماعت اس ملکامہ آزادی میں پیش پیش ہر اس باب میں کیا عینہ رکھتے ہیں، وہ تفہیمات حصہ ۲۲ پر لکھتے ہیں:

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لیکر اپنے احکام کی بجا آوری کیلئے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں جو تنام زیانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بکثرت جزیات ایسے بھی ہیں جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر موناپروردی ہے۔ جو حالات عبدالسالت اور عبد صحابہ میں عرب اور دنیاۓ اسلام کے تھے، لازم نہیں کہ یعنی دہی حالات ہر زمانہ اور ہر ملک کے ہوں، لہذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کو جو بہترینام زیانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصلح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو ریح اسلامی سے کرنی علاقوں نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جزیات میں دلالۃ الفض اور اشارۃ النص تور کی رصرافتہ الفض کی پیر دی بھی تلقی کے بغیر درست نہیں ہوتی اور تفقہ کا اتفاق ہے کہ انسان ہر ملک میں شارع کے مقاصد و مصالح پر نظر کئے اور انہی کے لحاظ سے جزیات میں تغیر احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے جو شارع کے اصول تشریع پر مبنی اور اس کے طرزِ عمل سے اقرب ہو۔

آپ نے غور کیا کہ مودودی صاحب کس قدر واضح الفاظ میں یہ بتاتے ہیں کہ بنی اکرم صلم نے دین کی جو جزیات معین فرمائیں وہ اس خاص زمانے کے حالات کے مطابق تھیں۔ اب تغیر حالات سے ان میں مناسب تغیر و تبدل کرنانہ صرف جائز بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ وہ اپنے مصنفوں "تجدید و احیائے دین" میں ایک مجدد کے فرائض کے صحن میں لکھتے ہیں کہ اس کا کام اجتہاد فی الدین بھی ہو گا۔

یعنی دین کے اصول کلیہ کو سمجھنا، اپنے وقت کے تحریق حالات اور ارتقا تردن کی سمت کا اسلامی نکتہ نظر سے صحیح اندازہ لگانا اور یہ تعین کرنا کہ اصول شرع کے تحت تردن کے پرانے متوارث نقشہ میں کس طرح بدوبل کیا جائے جس سے شرعاً بحث کی بوجھ برقرار رہے اس کے مقاصد پر سے ہوں اور تردن کے صحیح ارتقا میں اسلام رنائی کی امامت کر سکے۔ (ترجمان القرآن، ببرنسٹم و جنوی لائل ۲۸۹-۲۹۰)

مددودی صاحب نے اپنے مصنفوں "نثانِ راہ" میں اسی احوال کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کی ہے:-

مدینہ طیبہ سے مانعت پیدا کرنے کا مفہوم ہمیں ہے نہ سمجھ دیا جائے کہ ہم ظاہراً کمال میں مانعت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور دنیا اسوقت تردن کے جس مرتبہ پر ہے اس سے رجحت کر کے اس تحدی مرتبہ پر والیں جانے کے خواہ مند ہیں جو عرب میں ساری تیرہ سوریں پر اتنا ابلاغِ رسول کا یہ مفہوم ہی سر سے غلط ہے اور اکثر دیندار لوگ غلطی سے اس کا یہی مفہوم پتھر ہے، ان کے تزدیک سلف صالح کی پیروی اس کا نام ہے کہ — تردن و حضارت کی جو حالات ان کے عہد میں تھیں اس کو ہم بالکل منحصر (Fossilised) صورت میں قیامت تک باقی رکھنے کی کوشش کریں اور ہمارے اس محل سے باہر کی دنیا میں جو تغیرات واقع ہو رہے ہیں ان سے آنکھیں بند کر کے ہم اپنے دماغ اور اپنی زندگی کے اندر گردایک حصہ رکھنے لیں جس کی سرحدیں وقت کی حرکت اور زمانے کے تغیر کو داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ ابلاغ کا یہ تصور جو دریافت کی سدیوں سے دیندار مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط رہا ہے حقیقت روحِ اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم سرگزرنہیں ہے کہ ہم جیتے جائے آثارِ قدیمہ بن کریں اور اپنی زندگی کو قریم تردن کا ایک تاریخی ذرا مہم بنائے رکھیں۔ وہ ہمیں رہبانیت اور قدامت پرستی ہیں سکھاتا۔ اس کا مقصد دنیا میں ایک الیسی قوم پیدا کرنا ہیں جو تغیر و ارتقا بکور دئے گئے کوشش کرتی ہے بلکہ اس کے بعد میں وہ ایک الیسی قوم بنانا چاہتا ہے۔ جو تغیر و ارتقا کو غلط راستوں سے پھر کر صحیح راستوں پر چلانے کی کوشش کرے۔ وہ ہم کو قالب نہیں دیتا بلکہ روح دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ زبان و مکان کے تغیرات سے زندگی کے جتنے بھی مختلف قالب قیامت تک پیدا ہوں، ان سب میں یہی روح بھرتے چلے جائیں۔ مسلمان ہونے کی جیت سے دنیا میں ایسی میشن یہی ہے، ہم کو "خیرامۃ" جو بنیا گیا ہے تو یہ اس لئے ہمیں کہ ہم ارتقا کے راستے میں آگے بڑھنے والوں کے سچے عقب لشکر (Rearguard) کی جیت میں لگے رہیں بلکہ بھارا کام امامت و رہنمائی کو ہم مقدمہ الجہیش بننے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ہمارے "خیرامۃ" ہونے کا راز "اخراجت للناس" میں پوشیدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا اصلی اسرہ جس کی پیروی ہمیں کرنی چاہئے یہ ہے کہ انھوں نے تو انہیں طبیعی کو توانیں شرعی کے تحت کر کے زین میں خدا کی خلافت کا پورا پورا حق ادا کر دیا، ان کے عہد میں جو تردن تھا انھوں نے اس کے قالب میں روح پھونکی — پس تبی واصحاب نبی کا صحیح ابلاغ یہ ہے کہ تردن کے ارتقا اور توانیں طبیعی کے اکٹافات سے اب جو موائل پیدا ہوئے ہیں ان کو ہم اسی طرح تہذیب اسلامی کا خادم بنائے گی کوشش کریں جس طرح صدر اول ہیں کی جئی تھی۔ نجاست افغانستان کو کچھ ہے وہ ان وسائل میں ہیں ہے بلکہ اس کا فرانہ تہذیب میں ہے جو ان وسائل سے فروع پا رہی ہے۔

آپ غور کیجئے کہ کیا اس باب میں مودودی صاحب کام سلک اس سلک سے ذرا بھی مختلف ہے جسے طیور اسلام پیش کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ طیور اسلام کو منکر ہدیث اور اپنے آپ کو تبع سنت قرار دیتے ہیں۔

نو پیش آندہ امور | اب ہے وہ امور جو ہمیں دفعہ ہمارے سامنے آئیں سوانح متعلق مودودی صاحب تحریر
فرماتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جزئیات کے متعلق صریح شرعی احکام ہم کو صرف انہی حادث اور انہی امور کے متعلق معلوم ہو سکتے ہیں جو رسول اللہ کے عہد میں پیش آئے تھے۔ باقی رہے وہ حادث جو حضور کے بعد پیش آئے تو ان کے متعلق شرع میں کوئی صریح حکم نہیں مل سکتا بلکہ صرف اصول و کلیات شرع ہی سے ایک حکم نکالا جاسکتا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بعد کے حادث پر جتنے شرعی احکام لگائے ہیں وہ اسی طرح اصول و کلیات سے اخذ کئے ہوئے ہیں نہ کہ منصوص۔ اب اگر کوئی ایسا حادث پیش آتے ہے جو صحابہ یا ائمہ کے دور میں پیش نہیں آیا تو کوئی اسی چیز ایجاد ہوتی ہے جو اس دعویٰ میں موجود ہے۔ تھی تو اس کے متعلق متقیدین کے اجتہادی احکام میں کوئی حکم تلاش کرنا براہمہ غلط ہے۔ ایسے ہر حادث اور ایسی ہر چیز کے لئے ہم کو بھی اسی طرح اصول و کلیات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جس طرح صحابہ اور ائمہ نے اپنے عہد کے حادث میں کیا تھا۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۲۸۷)

ان آخریات سے یہ حقیقت سامنے آجگی کہ مودودی صاحب کے نزدیک

۱) جن اصولوں کی جزئیات رسول اللہ یا صحابہ کے عہد میں معین ہو گئی تھیں ان میں تغیر حال کے ساتھ تغیر کیا جائیگا اور
۲) جو سنئے حادث پیش آئیں گے ان کے متعلق دین کے اصولوں کی روشنی میں نئے احکام مبنی کے جائیں گے۔

رسول اللہ کی مختلف حیثیتیں | مذکورہ صدر اصول سے درحقیقت ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا رسول اللہ کا ہر ارشاد رسول کی حیثیت ہی سے تھا یا رسالت سے الگ رسول کی کوئی دوسری حیثیت بھی تھی۔ طیور اسلام کام سلک یہے کہ رسول اللہ صلیم کی ایک حیثیت رسالت کی تھی۔ اس حیثیت میں وہ خدا کے احکام بندوں تک پہنچاتے تھے۔ اس میں نہ وہ کسی سے مشورہ لے سکتے تھے اور نہ ہی اس میں اپنے ذاتی خیال، قیاس، رائے یا اجتہاد کا کوئی دخل ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلیم کی رسالت قیامت تک کے لئے زندہ اور پائیدہ ہے اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ رسول اللہ صلیم کی ایک دوسری حیثیت بھی تھی۔ انصوٰں نے قرآن کے معین کردہ نظام کو عملاً تسلیم فرمایا۔ اس نظام میں آپ کی حیثیت امیر ملت کی تھی۔ اس حیثیت میں آپ مختلف امور میں اپنی ذاتی بصیرت کے مطابق اجتہاد سے کام لیتے تھے اور صحابہ سے مشورہ بھی فرماتے تھے اور اس طرح دین کے اصولوں کی جزئیات معین ہوتی تھیں۔ ان جزئیات میں خود خلافت راشدہ کے زمانہ میں عند الضرورت تغیر و تبدل ہونا رہا اور اس کے بعد تر آئی نظام مملکت کو اس کی اجازت ہے کہ وہ تغیر عالات کے ساتھ ان جزئیات میں تغیر کر سکے۔

اب دیکھئے کہ رسول اللہ صلیم کی ان روایتوں کے متعلق مودودی صاحب کا کیا عقیدہ ہے۔ وہ تفہیمات جلد اول میں لکھتے ہیں:-
 اب اس امر کی تحقیق کیجئے کہ بُنیٰ کی اطاعت جو اسلام میں فرض کی گئی ہے اور جس پر دین کا مدار ہے یہ کس حیثیت سے ہے۔ یہ اطاعت اس حیثیت سے ہرگز نہیں۔ نبیؐ کا دھرم خاص شخص مثلاً ابن عمران یا ابن میریم یا ابن عبدالعزیز ہے اور یہ شخص خاص ہونے کی بنابری اس کو حکم دینے اور منع کرنے کا، حلال کرنے اور حرام نہ برلنے کا ذاتی حق ملی ہے..... اسی لئے اشتغال اپنے نبیؐ کی زبان سے بار بار اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ وہ اطاعت جو مومن پر فرض کی گئی ہے جو مل ایا ہے اور جس سے کسی مومن کو سرتاہی کیا ممکن یکسر انحراف کا بھی حق نہیں۔ وہ دراصل نبیؐ کی حیثیت انسان کی اطاعت نہیں ہے بلکہ بُنیٰ کی اطاعت ہے۔ اس علم، اس ہدایت، اس حکم اور اس قانون کی اطاعت ہے جسے انشہ کا ہنی، اشرکی طرف سے اس کے بندوں تک پہنچا آتا ہے۔ (۵۹-۹۲)

در ۹ سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری کرنے کے لئے اشتعلائی نے اپنے بنی کو میوٹ کیا تھا اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو بی بی نے بھیت ایک انسان ہونے کے یا بھیت ایک ایسا شخص ہونے کے جوانا نے تاریخ کے خاص روئیں پیدا ہوا تھا، اختیار کئے۔۔۔۔۔ تین و معاشرت کے معاملات میں ایک چیزوہ اعلاقی اصول ہیں جن کو زندگی میں جاری کرنے کیلئے بنی مسلم تشریف لائے تھے اور دوسرا چیزوہ علی صورتیں ہیں جن کو بنی صلمہ نے ان اصولوں کی پیرودی کیلئے خدا پری نزدگی میں اختیار کی۔ یہ علی صورتیں کچھ تو حضور کے شخصی مزاج اور طبیعت کی پسند پر بنی تھیں، کچھ اس مسلک کی معاشرت پر جس میں آپ پیدا ہوئے تھے اور کچھ اس زبانکے حالات پر جس میں آپ میوٹ ہوئے تھے۔ ان سیمے کی چیز کو بھی تمام اشخاص اور تمام اتواء اور تمام لوگوں کیلئے سنت بنا دینا مقصود نہ تھا۔ (ص ۳۱۴-۳۱۵)

آپ نے دیکھا کہ یہاں کیسے واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ ایک تو وہ اصول تھے جنہیں جاری کرنے کیلئے رسول اللہ تشریف لائے اور دوسری وہ عملی نکال تھی جن کی رو سے رسول اللہ نے ان اصولوں کو جاری فریا۔ وہ اصول تو ہمیشہ کے لئے سخت مبدل ہیں لیکن ان کی علی صورتیں جو اس زمانہ کے حالات اور طرز معاشرت کو پیش نظر کر کر انتیار کی گئی تھیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے واجب الاتبع اور غیر مبدل نہیں ہیں۔ یہی نہیں کہ یہ چیزیں واجب الاتبع نہیں بلکہ موجودی صاحب تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ

اس قسم کی چیزوں کو سنت فراز دیتا اور رہپر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے جس سے جبرے نتائج پہنچے جیسی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے۔ درسائل دسائل میں

طلوع اسلام کا ہنا یہ ہے کہ دین کے جو اصول قرآن میں دیئے گئے ہیں ان کی علی جزئیات متین کرنے کیلئے رسول انشاً مسلم صحابہ سے مشورہ کیا کرتے تھے لہذا یہ جزئیات برپا نئے وحی نہ تھیں۔ جو بات مشورہ سے طے ہو وہ مشورہ سے بدلتی بھی جا سکتی ہے۔ رسول انشاً کی چیزیت امیر ملت کی چیزیت تھی اسلئے قرآنی نظام ملکت میں امیر ملت کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ باہمی مٹاوارت سے تعاضاً کے حالات کے

مطابق ان جزیات میں تغیر و تبدل کر لے۔ اس نقطہ کے متعلق کہ رسول اللہ صلیم کو بحیثیت امیر مملکت شریہ کرنے کا حکم تھا۔ مرد عدوی صاحب لکھتے ہیں :-

قرآن کہتا ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات باہمی سے انعام پانے چاہیں اور ربی صلیم کو بحیثیت صدر سیاست کے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وشاً و رحمٰنِ الامر فاذاعزْ مَنْ فَرَّ كُلَّ عَلٰى اللّٰهِ او ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔ پھر مشورہ کے بعد حب نعم کرو تو اشکے مجموعہ پر عمل کرو۔ (ترجمان القرآن بابت تمبر ۱۹۵۴ء ص ۲۷)

اللہ و رسول کی اطاعت سے قرآن کی مراد | طبع اسلام کا کہتا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں "اشد اور رسول کی اطاعت" کا حکم دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اطاعت اس نظام کی ہے جو قرآنی قوانین کو ناگذ کرے اور "اشد اور رسول کی نافرمانی" اس نظام کی نافرمانی ہے۔ اب دیکھئے کہ مودودی صاحب اس باب میں کیا فرمائے ہیں۔ سورہ مائدہ میں ہے کہ انما جزاء الظین يعذرون اللہ و رسوله و يسعون في الارض فادا... . مودودی صاحب اس کا ترجمہ لکھتے ہیں: "جو لوگ اللہ اور راس کے رسول سے رطتے ہیں اور زمین میں اس نے بیگ دو کرتے ہیں کہ فاد برپا کریں" یہاں اللہ اور رسول سے کیا مراد ہے اس کی بابت وہ لکھتے ہیں:-

خدا اور رسول سے راستہ کا مطلب اس نظام مصالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو۔ (تفہیم القرآن ص ۲۶۷) آپ نے دیکھا کہ "اشد اور رسول" سے مراد مودودی صاحب کے تردید بھی اسلامی نظام حکومت ہے۔

احادیث | احادیث کے متعلق طبع اسلام کا کہتا ہے کہ خدا کی طرف سے جس قدر وحی نازل ہوئی وہ سب قرآن کے اندر محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلیم نے جو کچھ فرمایا وہ حضور کے اپنے ارشادات تھے، کلام اشتبہیں تھا۔ اس بارہ میں مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

قرآن کے کلام اور محمد صلیم کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نیا ایسا فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے درستہ مختلف اشائیں کبھی ہونیں سکتے۔ یہ فرق صرف اسی زمانہ میں واضح نہیں تھا جبکہ بنی صلیم اپنے ملک کے لوگوں میں رہتے ہیں تھے بلکہ آج بھی حدیث کی کتابیں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں، ان کی زبان اور اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اسقدر مختلف ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی رمز آٹا نقادری کہنے کی وجہ نہیں کر سکتا کہ یہ دعویوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔

ترجمان القرآن بابت تمبر ۱۹۵۴ء ص ۲۷

رسائل وسائل میں رجال سے متعلق احادیث پر بحث کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ ان لمحوں کے متعلق جو مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں وہ میں آپ کے تیاسات ہیں جن کے بغیر میں آپ خود شک

ہیں تھے..... یہ باتیں آپ نے علم و حکم کی بنابری سی فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنابری فرمائی تھیں اور آپ کا مگان وہ چیزیں ہے جس کے صحیح ثابت ہونے سے آپ کی بہوت پرکوئی حرمت آتا ہوا جس پر ایمان لانے کیلئے ہم مکلف ہوئے گئے ہوں۔ (صفہ ۵۵)

یہ تو رسمی مودودی صاحب کے نزدیک حدیث کی حقیقت اب سوال یہ ہے کہ جو حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں کیا ان سے دین کے متعلق کوئی یقینی علم بھی حاصل ہو سکتے ہیں؟ اس کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

اداریت چند اننوں سے چند اننوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے جدا گرد کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان ہوتا ہے نہ کہ علم یقین اور ظاہر ہے کہ انش تعالیٰ اپنے بندوں کو اس خطروں میں مُلکا ہرگز پسند نہیں کر سکتا اک جواہر اس کے دین میں استنے اہم ہوں کہ ان سے کفر و ایمان کا فرق واقع ہوتا ہے انھیں صرف چند آدمیوں کی روایت پر منحصر کر دیا جاوے۔ ایسے امر کی توزیعت ہی اس امر کی مقاصی ہے کہ انش تعالیٰ ان کو صاف صاف اپنی کتاب میں بیان فرمائے۔ اندھہ کا رسول انھیں اپنے پیغمبر ارشد مسیح کا اصل کام سمجھتے ہوئے ان کی تبلیغ عالم کرتے اور وہ بالکل غیر مشتبہ طریقے سے ہر مسلمان تک پہنچا دیتے گئے ہوں۔ (رسائل و مسائل ص ۲۷)

یہ بعینہ وہی چیز ہے جسے طیور اسلام پیش کرتا چلا آ رہا ہے۔ دوسرے مقام پر مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

قول رسول اور وہ روایات جو حدیث کی کتابوں میں آتی ہیں، باز یا ایک ہی چیز نہیں ہیں اور وہ ان روایات کو استناد کے حفاظت سے آیا ہے۔ فرمائی کا ہم پلے قرار دیا جاسکتا ہے۔ آیات فرمائی کے منزل من انشہ ہرگز میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ بخلاف اس کے روایات میں شک کی گنجائش موجود ہے کہ جس قول یا فعل کو نبی صلیم کی طرف سبوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضور کا ہے یا نہیں۔ (رسائل و مسائل ص ۲۷)

طیور اسلام بھی یہی کہتے ہے کہ ہم اداریت کے موجودہ مجموعوں کے متعلق یقین کے ساتھ بھی نہیں کہ سکتے کہ جن چیزوں کو رسول اللہ کی طرف سبوب کیا جاتا ہے وہ دراصل رسول اللہ کی ہیں بھی یا نہیں اس لئے چیزیں نہیں کا دراصل قرار نہیں پاسکتیں کیونکہ دین کے متعلق خود انش تعالیٰ نے کہدیا ہے کہ اسے لا ریب فیہ ہونا چاہئے یعنی یہاں کہ جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

اسی طریقہ مودودی صاحب ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

اصل واقع یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول انش کی ہر قدر سبوب ہوا اسکی نسبت کا صحیح او معتبر ہونا بجائے خود زیریخت ہوتا ہے۔ (الیفاضہ ۲۹)

اس چیز کا فیصلہ کہ کوئی حدیث رسول انش کی ہو سکتی ہے اور کوئی نہیں، مودودی صاحب کے نزدیک اس شخص کی ذاتی بصیرت ہے جو مزاج سنا اس رسالتاً ہو۔ لیکن اس کے متعلق وہ خود ہی لکھتی ہے کہ چیز کی بصیرت لازماً دوسرے شخص کے ذوق اور بصیرت سے بالکل مطابق نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اخذ دلوں کا ایک ہی ہو۔ لبذا اسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ صرف وہی چیز شرعی ہے جس کو میری بصیرت شرعی کہدی ہے اور دوسرے شخص کی بصیرت جو شرعی کہتی ہے، وہ قطعاً و یقیناً اعلط ہے (تفہیمات حصہ دوم ص ۳۱)

اسی بنابر طیور اسلام کا کہنا یہ ہے کہ اس امر کا فیصلہ کہ کوئی چیز شرعی ہے اور کوئی شرعی نہیں صرف مسلمانوں کا اسلامی نظام کر سکتا ہے۔ مودودی صاحب اضع الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کے متعلق فرماتے ہیں کہ

یہ دعویٰ کرتا یصحح نہیں ہے کہ بخاری میں حصہ احادیث درج ہیں اُن کے مضافات کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہئے۔
 (ترجمان القرآن اکتوبر و نومبر ۱۹۵۲ء مکمل)

آپ مندرجہ صدر اقتباسات کو غور سے دیکھئے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجئے کہ حدیث کے متعلق جو مسلک طیور اسلام پیش کرتا ہے اس میں اور مودودی صاحب کے پیش کردہ مسلک میں کوئی بھی فرق ہے؟ لیکن اس کے باوجود ہی مودودی صاحب ہیں کہ وہ طیور اسلام کو منکر حدیث تواریخ راسے (معاذ الشیخ خدا اور رسول کا بدترین دشمن قرار دیتے ہیں اور خود سب سے بڑے تبع سنت بن کر خدا اور رسول کے اطاعت گذار بنتے ہیں۔ ریاض اس قسم کی دلیلہ دلیریاں کم ہی دیکھنے میں آتی ہوں گی۔

امیر جماعت اسلامی کی تضاد پیشیاں | ممکن ہے یہاں بعض لوگوں کے دل میں یہ خال پیدا ہو کہ جب اس باب میں طیور اسلام اور مودودی صاحب کا مسلک ایک ہی ہے تو پھر ان دعوں میں فرق کیاں پیدا ہوتا ہے؟ فرق پیدا ہوتا ہے اس باب میں کہ طیور اسلام جو کچھ ایک جگہ کہتا ہے وہی کچھ دوسری جگہ کہتا ہے۔ آج جو کہتا ہے وہی کل کہتا ہے لیکن مودودی صاحب کا یہ حال ہے کہ وہ ہر مقام پر موقعہ اور مصلحت کے لحاظ سے الگ الگ بات کہتے ہیں۔ آج کچھ، کل کچھ، یہاں کچھ، دہاں کچھ، ممکن ہے کہ آپ کو اس پر تعجب ہوا اور مودودی صاحب کے تبعین کو اس پر غصہ بھی آئے لیکن طیور اسلام جو کچھ کہتا ہے دلیل اور سند کے ساتھ کہتا ہے یعنی کسی کے خلاف الزام عائد نہیں کرتا۔ جو کچھ اس نے کہا ہے اس کا ثبوت یعنی اور دیکھئے کہ مودودی صاحب کقدر مستحاذ باتیں کہتے چلے جاتے ہیں۔

رسول اللہ کی روایتیں | حدیث کے معاملیں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلیم کی ایک ہی حیثیت (رسالت کی) تھی یا وہ الگ الگ حیثیتیں تھیں۔ علام اسلم جیرا چودی نے اپنی کتاب تعلیمات قرآن میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلیم کی دو الگ الگ حیثیتیں تھیں ایک حیثیت رسالت جس میں آپ خدا کی وجہ اتنا توں تک پہنچاتے تھے اور دوسری حیثیت بشری جس میں آپ اپنی ذاتی حیثیت سے معاملات سرانجام دیتے تھے۔ مودودی صاحب نے اس کتاب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا۔

یہ تفریق جو انھوں نے محمد بن عبد اللہ بھی حیثیت انسان اور محمد رسول اللہ بھی حیثیت مبلغ کے درمیان کی ہے، قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں۔ قرآن میں آنحضرت صلیم کی ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ رسول و بنی ہوتے کی حیثیت ہے، جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصیب رسالت سے مفرزاد کیا۔ . . . اسرقت سے لیکر حیات جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسول تھے آپ کا ہر فعل اور ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا۔ حتیٰ کہ آپ کی بھی اہمیاننا فی اور شہری زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آتے ہوئے تھے۔ (تعمیلات حصہ اول ص ۲۳۱)

اس کے بعد خدا کا کرنایا ہوا کہ مودودی صاحب پر لوگوں نے اعتراض کر دیا کہ ان کی ڈاڑھی سنت کے عطاں نہیں ہے۔ اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ

سنت کے متعلق لوگ عمر ہوا یہ سمجھتے ہیں کہ بنی صلیم نے جو کچھا بُنی زندگی میں کیا ہے وہ سب منت ہے سنت اس طریقے عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بنی کومبیوٹ کیا تھا۔ اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو بنی نے بحیثیت ایک انسان ہوئے کے یا بحیثیت ایک ایسا شخص ہونے کے جوانانی تابعیت کے خاص دروس پیدا ہوا تھا اختیار کئے جو موڑ آپ نے عادۃ کئے ہیں انھیں سنت بتالیتا اور تمام دنیا کے انسانوں سے مطالبہ کرنا کہ وہ سب ان عادات کو اختیار کریں انشاً اور اس کے رسول کا ہرگز یہ مشارک نہ تھا۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ (رسائل وسائل فاتحہ ۳۰-۳۱)

آپ نے غور فرمایا کہ جب علامہ اسلم صاحب نے یہ لکھا کہ رسول اللہ صلیم کی ایک حیثیت رسالت کی تھی اور ایک بشریت کی تو مودودی صاحب نے فرمایا کہ یہ غلط ہے رسول انشا کی ایک ہی حیثیت تھی۔ آپ کا فعل اور ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا، حتیٰ کہ آپ کی بُنی زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آئے گئے تھے۔ لیکن جب خود مودودی صاحب پر اعتراف ہوا کہ ان کی ڈاڑھی سنت کے مطابق نہیں تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ کا یہ حکم یا عمل انسان کی حیثیت سے تھا رسول کی حیثیت سے نہیں تھا اسلئے یہ سنت میں داخل ہی نہیں۔ یہیں تک ہی نہیں انھوں نے علامہ حیرا چوری کے جواب میں کہا تھا کہ "قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں کہ رسول کی دو حیثیتیں ہیں" لیکن دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

قرآن نے اس مسئلہ کو نہایت واضح الفاظ میں صاف کر دیا ہے وہ کہتا ہے کہ ذاتی حیثیت میں توبہ بنی دیسا ہی ایک بشر ہے جیسے تم بشر ہو، البته بنی ہمنے کی حیثیت سے اس میں اور تم میں علمی اثنان فرق ہے۔ (تفہیمات حصہ اول ۵۹)

یعنی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں کہ رسول اللہ کی دو حیثیتیں ہیں اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ قرآن نے اس مسئلہ کو نہایت واضح الفاظ میں صاف کر دیا ہے کہ رسول کی دو حیثیتیں ہیں یعنی جب ضرورت پڑی تو کہدیا کہ قرآن سے یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں اور جب روسربے وقت پر موقع آیا تو کہدیا کہ قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں کہدیا ہے کہ رسول کی دو حیثیتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یا تو یہ چیز قرآن سے پریے درجے کی جہالت ہے اور یا بدترین قسم کا مذاق۔ بہر حال صورت کچھ بھی ہو موقعاً اور محل کے لئے دونوں قسم کی باتیں قرآن کی طرف مسوب کر دی گئیں۔ اس قسم کا کھلا ہوا تصاد تو شاید مرا علام احمد کے ہاں بھی نہ ٹلے۔ اور آسے گزر جائے :-

تام وحی قرآن میں محفوظ ہے علامہ اسلم حیرا چوری نے لکھا تھا کہ رسول اللہ پر جو وحی نازل ہوئی تھی وہ سب قرآن میں محفوظ ہے قرآن سے باہر وہی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ خال قطعاً غلط ہے کہ کتاب کے سوا اور کوئی وحی بھی پر نازل نہیں ہوتی ہر وہ بات جس پر نظر رسول کا اعلان کیا جاسکتا ہو وحی ہے رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ (تفہیمات حصہ اول ۲۲۲-۲۲۳)

اس سے ظاہر ہے کہ مرتعدی صاحب کے تردیک وحی کا کچھ قرآن میں داخل ہے اور کچھ احادیث میں۔ یہ دو صراحت بھی قرآن کی طرح

(مثلہ معہ) خدا کی طرف سے ہوتا تھا خود رسول کا اپنا کلام نہیں ہوتا تھا۔ لیکن یہی مورودی حسب دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

قرآن کے کلام اور محمد صلیم کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے دو اسقدر مختلف اشائیں کبھی ہونیں سکتے۔ . . . آج بھی حدیث کی تابوں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں جن کی زبان اور اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اسقدر مختلف ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی رفرانش انقادی ہے نہ کہ جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں یک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔ (ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۵۲ء ص ۳۸۵)

یعنی ایک جگہ کہا گیا کہ احادیث بھی اسی طرح سے خدا کی طرف سے وجہ ہیں جس طرح قرآن کریم خدا کی طرف سے وجہ ہے لیکن دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے اسلوب اور انداز سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ احادیث اس خدا کا کلام نہیں جس کا کلام قرآن ہے۔ غور فرمایا آپ نے کہ یہ کس قدر کھلا ہوا تضاد ہے۔

بات صرف اسلوب دانداز تک ہی محدود نہیں اس سے آگے بھی ابھی آپ ریکھ چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ
ہر وہ بات جس پر نظر رسول کا اطلاق کیا جاسکتا ہو جی ہوگی۔ . . . ادآپ کا فرعل اور ہر قول رسولؐ کی حیثیت سے تھا۔

یعنی دوسری جگہ ارشاد ہے کہ

ان امور کے متعلق جوابیں حضور سے احادیث میں مقول ہیں وہ درصل آپ کے قیاسات میں جن کے باوجود میں آپ خود شک میں تھے
. . . یہاں آپ نے علم وحی کے مطابق نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بات پر فرمائی تھیں۔ (رسائل وسائل ص ۵۵-۵۶)

یعنی ایک جگہ کہا گیا کہ رسول کا ہر قول وحی سے تھا اور منجانب ائمہؐ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث رسولؐ ائمہؐ کے قیاسات
تھے جن میں آپ کو خود بھی شک تھا۔

ذرا سچے کہ اس قسم کی کھلی ہوئی مقناد باتیں کس قسم کا اسان کر سکتا ہے۔

رسولؐ کو حیثیت امیر کے امت مشورہ کا حکم اور آگے بڑھتے علامہ الم جیرا چوری نے لکھا کہ رسولؐ ائمہؐ کو حیثیت امیر خدا کی
اس سے یتیجہ نکالا درست نہیں ہے کہ آپ کی حیثیت دوسرے امراء کی ہے۔ دوسرے امراء کیلئے تو یہ قانون مقرر کیا گیا ہے کہ وہ مشورہ
سے کام کریں وامر ہم شوریٰ بینہ ہم لیکن رسولؐ ائمہؐ کو جہاں مشورہ لینے کا حکم دیا گیا ہے وہی یہ بھی کہ دیا گیا ہے کہ جب آپ کی
بات کا عزم فرمائیں تو ضرر پر بھروسہ کر کے علی کا اقدام کریں (فاذاعز من فتوکل علی اللہ) آپ کی امارت آپ کی رسالت سے
الگ دلخی بلکہ آپ رسول خدا ہونے کی حیثیت ہی سے امیر ہے۔ (تفہیمات حصہ اول ص ۳۴۷)

یعنی مورودی ماحب کے نزدیک رسولؐ ائمہؐ کی امارت کی حیثیت رسالت کی حیثیت سے الگ نہیں تھی۔ آپ کو امارت کا جو حکم دیا گیا تھا
وہ بھی حیثیت امیر ریاست نہیں تھا بلکہ بھی حیثیت رسول ہی تھا قرآن کی آیت دامر ہم شوری بینہ ہم عام امراء کے لئے تھی اور فاذاعز من
فتوكل علی اللہ کا حکم رسولؐ ائمہؐ کے لئے خاص تھا۔ لیکن دوسری جگہ مورودی ماحب فرماتے ہیں:-

اس باب میں قرآن جو کچھہ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی نعمالت باہمی مشورہ سے انجام پانے چاہیں دامرہم شوریٰ ہی نہم اور بنی اکرم صلم کو بحیثیت صدر ریاست کے خطاب کرتے ہوئے اشد تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ وشا در ہم فی الامر فاذاعز مت فتوکل علی اللہ اور ان سے معااملات میں مشورہ کرو۔ پھر مشورہ کے بعد جب تم عنتم کرو تو اشکے بھروسہ پر عمل کرو۔ دعوں آئیں مخواہ کو لازم کرتی ہیں اور صدر ریاست کو پیرا یت کرتی ہیں کہ جب وہ مشورہ کے بعد کسی فیصلے پر پہنچ جائے تو اشکے بھروسہ پر اسے نافذ کرے۔ (ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۲)

آپ نے غریب کا ایک جگدیہ فرمایا گیا کہ مشورہ کی ایک آیت (دوا مرہم شوریٰ بینہم) تو عام امر کے لئے تھی اور دوسرا آیت (فاذعاً عز مت فتوکل علی اللہ) رسول اشک کے لئے۔ لیکن دوسرا جگہ ارشاد ہے کہ یہ دونوں آیتیں مشورہ کو لازم کرتی ہیں اور صدر ریاست کو پیرا یت کرتی ہیں کہ جب وہ مشورہ کے بعد کسی فیصلے پر پہنچ جائے تو اشکے بھروسہ پر اسے نافذ کرے۔ یعنی جب علامہ اسلم پر اعتراض کیا تو کہدیا کہ رسول اشک کے لئے یہ خاص حکم تھا کہ جب آپ کسی فیصلے پر پہنچ جائیں تو اسے اشک کے بھروسہ پر نافذ کر دیں لیکن جب کراچی کے دکلار کی محفل میں تقریر کی تراس وقت یہ فرمایا کہ یہ آیت ہر صدر ریاست کے لئے ہے۔ اس قسم کا ملاعوب بالدین بھی کم ہی دیکھنے میں آیا ہو گا۔

حرام اور حلال | دین میں حرام اور حلال کا سوال بلا بیانیادی ہے۔ اسی سے یا ہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ حرام صرف وہی چیزیں ہیں جن میں قرآن نے حرام قرار دیا ہے یا وہ چیزیں جسی جنیں روایات میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ محمد صبح ماحب نے حلال و حرام کی تحقیق پر ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے بتایا کہ قرآن نے صرف چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے (ترجمان القرآن بابت فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۵۵) میں بڑے طریقہ انداز میں لکھا گیا ہے کہ اس میں تحقیق یہ پیش کی گئی ہے کہ قرآن میں صرف مردار اخون، سورہ کاغذت اور غیر اشک کے نام پر ذکر ہو گیا نے جاتو روں کو حرام قرار دیا گیا ہے ہندو رسمے، کتنے، گلدھے، بینڈک، چوبے، دغیرہ سب حلال ہیں۔ کتاب کے باعث طرز استدلال اور انداز بیان سب منکرین حدیث حضرات کے پیشہ میں۔

یعنی یہ مسلک منکرین حدیث کا ہے کہ حلال اور حرام صرف کتاب اشک میں ہے۔ ورنہ متعین حدیث کا مسلک یہ ہے کہ جن چیزوں کو احادیث میں حرام بیان کیا گیا ہے وہ مجھی اسی طرح حرام ہیں۔

ترجمان القرآن میں تو یہ لکھا ہے لیکن مودودی صاحب اپنی تفسیر تعیین القرآن میں لکھتے ہیں کہ

سلہ طیور اسلام میں اس کتاب پر تبصرہ شائع ہو چکھے ہے جس میں صبح ماحب کے اس خیال سے اختلاف کیا گیا ہے کہ جن چیزوں کو قرآن نے حلال قرار دیا ہے اس کا کھانا بہر حال فرض ہے۔ حلال کے ساتھ طیب کے قرآنی اضافے نے یہ بتایا کہ وہ حلال چیزیں کھائی جائیں گی جو خوشگوار بھی ہوں اور جن سے طبیعت کو کلامت نہ آتی ہو۔

نہیاے اسلام میں سے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حربانی غذاوں میں سے بھی چار چیزیں حرام ہیں (یعنی مردار بہت اسواخون، سور کا گوشت یا جسے غیر اشرک کے نام پر ذکر کیا جائے) اور ان کے سوا ہر چیز کا کھانا جائز ہے۔ بھی مسلم حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ کا تھا۔ . . . ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف حلوم ہوتی ہے کہ مسلم شریعت ہی میں قطعی حرمت ان چار ہی چیزوں کی ہے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔ (من ۵۹۲-۵۹۳)

یعنی ایک جگہ یہ لکھا جاتا ہے کہ شریعت میں بھی چار چیزیں قطعی طور پر حرام ہیں۔ نہیاے اسلام کے ایک گروہ کا بھی یہی عقیدہ ہے اور بھی مسلم حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی تھا۔ لیکن جب بھی بات مخصوص صاحب لکھتے ہیں تو ان کا یہ کہہ کر مذاق اُٹا یا جانلہے کہ یہ منکرین حدیث کی باتیں ہیں۔ یعنی وہی بات جب مودودی صاحب کمیں تو وہ اطاعت خدا بھی ہرا وہ اتباع سنت بھی۔ مشرب نہیاہ بھی ہوا در مسلم صحابہ بھی لیکن جب وہی بات کوئی فرقی مخالف کہے تو منکر حدیث قرار پائے۔

یہ جو چپ بیٹھوں سڑی کھلاؤں

ترخ چپ بیٹھے تو کل ٹھہرے

(حرام اور علال کے متعلق مودودی صاحب کی اس تغیریں بھی ایسی متفاہد باتیں لکھیں کہ جیسیں دیکھ کر ان حیرت میں رہ جاتا ہے
لیکن ان کی نظر ترجیح کا یہ موقعہ نہیں)

اسلاف پر تنقید | طلوع اسلام کے خلاف سب سے ٹراجم یہ عائد گیا جاتا ہے کہ یہ ان معتقدات درستہات پر تنقید کرتا ہے جو
ہمارے اسلاف سے منتقل ہوتی چلی آری ہیں۔ لیکن ان ہی اسلاف کے متعلق مودودی صاحب کے ارشادات
ملاحظہ فرمائیے۔ مثلاً

بلاشبہ قول حنبلی بصری اور قاتدہ اور ائمہ وغیرہم سے منقول ہے مگر یہ لوگ خدا کی طرف سے کب میتوڑتے تھے کہ ان کے اقوال
کو تذکر کر دینے سے انسان کافر ہو جائے۔ . . . یہ سلف کوں سے ایسا ہر تھے جن پر ایمان لانے کی مسلمانوں کو تکلیف دیجئی ہو
. . . مجتہدوں کو کہاں ہر، زبان و مکان کے تعینات سے بالخل آزاد نہیں ہو سکا۔ ناس کی نظم اسلام ازندہ
احوال پر دیکھ ہو سکتی ہے لہذا اس کے تمام احیادات کا تمام زمانوں میں و تمام حالات کے مطابق ہونا غیر ممکن ہے۔ زیستیات ۱۳۰-۱۳۲-۱۳۴ (۱)

غور کیجئے کہ یہ لفظاً نقطاً وہی بات نہیں جو طلوع اسلام کہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود طلوع اسلام اسلاف کا منکر اور یہ حضرات
اسلاف کے نام لیوا ہیں۔

کیا تمام امت منافق تھی؟ | طلوع اسلام نے اتنی سی بات کہدی کہ قرآن کریم نے قربانی کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اس کا مقصود
کعبہ ہے اور یہ جو ہم ہر شہر لور ہر قریب میں قربانیاں دیتے ہیں یا جس کے موقعہ پر جائز رکاث کاٹ کر

بڑی ہی پھینک دیتے ہیں اس کی سند قرآن سے نہیں ملتی۔ اس کے خلاف مودودی صاحب غیظ و غضب کی ایک پوری دنیا اپنے جلو میں لئے ہوئے اٹھے اور گرتے ہوئے فرمایا کہ

آخرہ امت ساری کی ساری مناقعوں پر ہی تو مشتمل نہیں رہی ہے کہ حدیثیں پرحدیثیں قربانی کی مشروعیت پر گڑی جائیں اور ایک نیا طریقہ ایجاد کر کے رسول خدا کی طرف شوب کر دیا جائے اور پوری امت آنکھیں بند کر کے اسے قبول کرنی چاہئے۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۲۱)

لیکن انہی مودودی صاحب نے جب اپنی مجددیت کا نامہ آنگے بڑھایا ہے تو اس کی تہذیبیوں شروع کی کہ حضرت عثمانؓ کے عہدی میں "جاہلیت" کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھسنے کا راستہ مل گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

جاہلیت مشرکا نے عوام پر حمل کیا اور توحید کے راستے مٹا کر ان کو ضلالت کی بے شمار را ہمیں میں بھکار دیا۔ ایک مرتع بت پرستی تو نہ ہو سکی باقی کوئی قسم شرک کی ایسی شری جس نے مسلمانوں میں رواج نہ پایا ہے۔ پرانی جاہل قوموں کے جزوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ اپنے ساتھ بہت سے مشرکانہ تصورات لے چلے آئے اور یہاں ان کو صرف اتنی تکلیف کرنی پڑی کہ پرانے معبودوں کی جگہ بزرگان اسلام میں سے کچھ معبود تلاش کریں۔ پرانے معبودوں کی جگہ مقابرادیا سے کام لیں اور پرانی عبادات کی رسول کو بدیل کرنی رسمیں ایجاد کریں۔

ترجمان القرآن دمبرٹنڈ و جزیری ص ۲۸۵-۲۸۶

کوئی ان صاحب سے پوچھے کہ کیا یہ امت ساری کی ساری مناقعوں پر مشتمل تھی کہ اس قسم کے مشرکانہ تصورات، معتقدات، اور رسوبات اسلام میں داخل ہوتے گئے اور پوری امت آنکھیں بند کر کے اسے قبول کرتی رہی۔ اگر مودودی صاحب کے ارشاد کے طبق امت نے اس قسم کی مشرکانہ عبادات و اعمال کو قبول کر لیا تھا تو کیا اس کا امکان نہ تھا کہ یہ امت قربانی کی رسم کو بھی لپٹے ہاں اٹھ کر لے۔ لیکن طور عالم اگر قربانی کی رسم کے متعلق اتنا ساکہدے تو عوام کو یہ کہہ کر بھرا کر دیا جائے کہ دیکھیو یہ امت کو منافق قرار دے رہا ہے لیکن اگر مودودی صاحب پوری امت کے متعلق یہ ارشاد فرمائیں کہ وہ مشرکانہ تصورات و عبادات کو ایک ایک کر کے قبول کرنی گئی تو وہ بدستور مجدد کے مدد دریں۔

جب میں چلوں تو سایہ بھی میرانہ ساتھ دے جب تم چلوں میں چلے آسماں چلے

غرضیکہ کہاں ک لکھتے جائے۔ ہم اگرچاہیں تو مودودی صاحب کے اسی قسم کے تصاویر کی ایک تصنیف پیش کر سکتے ہیں لیکن اس کی سردست ضرورت نہیں۔ آپ نے اتنے انتباہات سے ہی یہ اندازہ لگایا ہو گا کہ یہ صاحب کس طرح دین کے سے اہم معاملہ میں بھی مختلف موقع پر متناد باتیں کہنے چلے جاتے ہیں۔ اور انھیں کوئی نہیں پوچھتا کہ دین سے ایسا انداز کیوں ہو رہا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ایک تو عوام کا حافظہ ہی کمزور ہوتا ہے۔ دوسرے جب انسان اپنے گرد عقیدت مندوں کا حلقة قائم کرے تو پھر کوئی شخص تنقید کی جراحت کریں ہیں گے اس کے بعد جو آپ کے ہمیں آئے کہتے چلے جائیے، ہر طرف سے سجان اشراطہ مر جا کی آوازیں وجہ فرب نفس نبی جلی جائیں گی۔ لیکن

آپ سوچے گا پنے تھوڑے سے فائدہ کے لئے کتاب بِ انقصان ہے جو مادہ لوح مسلمانوں کو سینا یا جاتا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ یہ مقالا اس وقت شائع ہوا ہے جبکہ مردوں کی صاحب گرفتار ہو چکے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے یہ کہا جائے کہ جب وہ اس پوزیشن ہی میں نہیں کہ اس کا جواب دے سکیں تو وہ اپنی مدافعت کس طرح کر سکتے ہیں۔ لیکن قارئین کو یاد رکھو گا کہ مردوں کی صاحب اور ان کے رفقاء میں آج تک اس کی جرأت و ہمت نہیں ہوئی کہ وہ طلوع اسلام کے کسی اعتراض کا بھی جواب دے سکیں اگرچہ وہ اپنی اس کمزوری اور عجز کو ہمیشہ اس پندار کے نقاب میں چھپاتے رہے ہیں کہ ہم ایسے "ذلیل لوگوں" کے منہ نہیں لگنا چاہتے۔ اس لئے اگر وہ باہر بھی ہوتے تو وہ ان اعتراضات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے۔ ہم نے اس مقالہ کو اسی شائع کیا ہے کہ جو مادہ لوح مسلمان ہمایت دیانتداری سے یہ سمجھ کر ان حضرات کے ساتھ شامل ہیں کہ یہ بہت بڑے متبع سنت اور اسلاف کے عقیدتمند ہیں اُن پر ان کی اصلی حقیقت آشکارا ہو جائے اور وہ کسی دھوکہ میں نہ رہیں۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے جواب میں جماعت اسلامی کی طرف سے یہ کہا جائے گا (جبکہ یہ اکثر کہا کرتے ہیں) کہ مردوں کی صاحب اور اقتباسات بھی صیغہ نہیں دیتے جاتے۔ ہم آپ سے صرف اتنا کہیں گے کہ جو شخص یہ بات کہے اس سے ہے کہ ہم نے جو حوالے اور پر دیتے ہیں وہ کتابیں لے آئے اور اس کے بعد آپ کو بتاتے کہ کہاں الفاظ کو توڑا مردوڑا کیا ہے اور کہاں اقتباسات کو غلط پیش کیا گیا ہے۔ آپ اس کا شدت سے مطالہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی ذلیل بھی پیش نہیں کر سکیں گے۔

دیکھئے۔ اپنا خریداری نمبر تلاش کیجئے

مئی ۱۹۵۴ء کی اس اشاعت کے ساتھ آپ حضرات کا چندہ رجن کے نمبر خریداری درج ذیل ہیں (ختم ہو گیا ہے۔ لہذا آئندہ ماہ جون ۱۹۵۴ء کا پرچہ آپ کی خدمت میں وی پی سمجھا جائے گا)۔ اگر آپ مالک خال قربائیں تو ۲۰ مئی ۱۹۵۴ء سے پہلے پہلے آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آئندہ ارسال فرمادیں کہ اس میں ادارہ کو سہولت اور آپ کو لفایت ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے خداخواست آپ رسالہ کی خریداری آئندہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو ۲۰ مئی سے پہلے پہلے ادارہ کو اپنے اس فیصلے سے مطلع فرمادیں ورنہ ادارہ کی طرف سے مرسلا وی پی کو وصول فرمان آپ کا اخلاقی فرائضہ ہو گا۔ فہرست خریداران جن کا چندہ ختم ہو گیا ہے۔

۱۵ - ۲۱ - ۲۳ - ۵۳ - ۸۰ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۳۰ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۴۹۸ - ۳۰۰ - ۵۰۰ - ۵۰۴ - ۵۱۸ - ۵۲۴ -
۹۳۳ - ۹۳۲ - ۹۳۰ - ۹۲۹ - ۹۲۸ - ۹۰۳ - ۹۰۲ - ۹۰۱ - ۹۰۰ - ۸۹۹ - ۸۹۲
۹۲۵ - ۹۴۳ - ۹۶۲ - ۹۵۶ - ۹۵۳ - ۹۳۲ - ۹۳۱ - ۹۳۰ - ۹۳۵ - ۹۳۳ - ۹۳۲ - ۹۳۱ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۴